

مُکالمہ نگاری

مکالمہ کے لغوی معنی ہیں کلام یا گفت گو کرنا۔ اصطلاح میں دو یا دو سے زیادہ افراد کے مابین کسی موضوع سے متعلق گفت گو کرنے کو مکالمہ کہتے ہیں۔ اچھا مکالمہ وہ ہے جس میں روزمرہ بات چیت کا انداز اور بے تکلف لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہو اور جو حقیقی زندگی کے قریب تر ہو۔ تحریر و تقریر میں مکالمے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بات چیت ہی سے کسی فرد کی شخصیت اور صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اچھے مکالمے کے لیے درج ذیل امور کا خیال رکھیں:

- مکالمے کے آغاز میں سیاق و سباق اور موقع محل بیان کیا جائے۔
- مکالمہ چاہے جس موضوع پر بھی کیوں نہ ہو، گفت گو کرتے وقت مخاطب کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھا جائے۔
- زبان و بیان پر عبور، عمدہ اسلوب گفت گو اور مکالماتی کرداروں کی سیرت اور فطری ماحول کی واضح تصویر کشی مکالمہ نگاری میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔
- مکالمہ لکھتے وقت زمانی اور مکانی ترتیب و تنظیم کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔
- مکالمے کا اختتام فطری انداز میں ہونا چاہیے۔
- مکالمے اتنے طویل نہ ہوں کہ قاری اکتا جائے اور نہ ہی اتنے مختصر ہوں کہ تشنگی باقی رہ جائے۔
- مکالمہ نگاری میں رموز و اوقاف کو خصوصی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ مناسب علامات مکالمہ میں اثر آفرینی کا باعث ہوتی ہیں۔
- مکالمہ میں تصنع اور بناوٹ کے بجائے فطری بے ساختگی سے کام لیا جائے۔
- گفت گو کے ساتھ ساتھ جسمانی حرکات و سکنات اور اشارات کا بھی خیال رکھا جائے۔



۱) دو دوستوں کے مابین امتحان کی تیاری سے متعلق مکالمہ

(چھٹی والے دن ایک باغیچے میں صہیب کی ملاقات اپنے دوست وقار کے ساتھ ہوتی ہے۔ دونوں ایک بیچ پر بیٹھ جاتے ہیں اور امتحان کی تیاری کے سلسلے میں گفت گو کرتے ہیں۔)

صہیب: السلام علیکم!

وقار: وعلیک السلام، واہ جی وہ! سیر ہو رہی ہے، امتحان کی کوئی فکر نہیں ہے کیا!

صہیب: دوست! کیوں نہیں، تمہیں تو معلوم ہے کہ اگلے ہفتے سے گیارہویں جماعت کے سالانہ امتحان شروع ہو رہے ہیں۔ اتفاقاً ملاقات ہو ہی گئی ہے تو چلیں امتحان کی تیاری کے متعلق کچھ مشورہ ہی کر لیا جائے۔



وقار: کیوں نہیں! میں تو خود اسی بارے میں سوچ رہا تھا، اچھا ہوا کہ ملاقات ہو گئی۔

صہیب: (ڈیٹ شیٹ جیب سے نکالتے ہوئے) یار! بتاؤ امتحان کی تیاری کیسے کرنی ہے؟

وقار: یار! سارا سال کالج اور گھر میں پڑھتے تو رہے ہیں، اب فکر کس بات کی؟

صہیب: ہاں! کہ تو تم ٹھیک ہی رہے ہو مگر یہ بتاؤ کہ امتحان میں زیادہ سے زیادہ نمبر کیسے لیتے ہیں؟

وقار: دوست! پریشان کیوں ہوتے ہو! نمبر بھی آجائیں گے۔ ایسا کرتے ہیں کہ امتحان سے پہلے تمام مضامین کی ایک دفعہ

دہرائی کر لیں اور اگر کسی مضمون میں کوئی مشکل پیش آئے تو آپس میں مشورہ کر لیا کریں۔ کیا خیال ہے؟

صہیب: (خوشی کے ساتھ) بالکل ٹھیک! ایسا کرتے ہیں کہ امتحان کے دنوں میں ہم اکٹھے تیاری کریں گے۔ مجھے فزکس کا مضمون

تھوڑا سا مشکل لگتا ہے، وقت ضرورت اس مضمون میں میری مدد کر دیا کرنا۔

وقار: کیوں نہیں! مجھے بھی ریاضی کے مضمون میں تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔ ہم دونوں مل کر پڑھیں گے، ایک دوسرے سے

تعاون کریں گے اور امتحان میں اچھے نمبر لیں گے۔

صہیب: (تھوڑا توقف کرتے ہوئے) ایک اور مسئلہ ہے کہ ہم اکٹھے بیٹھ کر کہاں تیاری کریں گے؟

وقار: (فوری جواب دیتے ہوئے) یہ کون سا مسئلہ ہے! میرا ڈرائنگ روم حاضر ہے۔

صہیب: یار بات تو تمہاری ٹھیک ہے لیکن مجھے تمہارے گھر ہر روز آنا جانا اچھا نہیں لگے گا۔

وقار: اچھا کیوں نہیں لگے گا؟ پڑھنے کے لیے آنا ہے، میرا خیال ہے میرے گھر والے بھی اس بات سے خوش ہوں گے۔

صہیب: یار خوش تو ہوں گے لیکن ڈرائنگ روم میں اور بھی تو مہمان آتے جاتے ہوں گے، وہ بھی ڈسٹرب ہوں گے اور ہم بھی۔

وقار: (اثبات میں سر ہلاتے ہوئے) یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں، واقعی مہمانوں کا تو آنا جانا لگا ہی رہتا ہے۔ پھر کیا کرنا چاہیے؟

امتحان کی تیاری کے لیے ہمارا اکٹھے بیٹھنا بھی ضروری ہے لیکن معقول جگہ بھی نہیں ہے۔

صہیب: (ذرا سا پریشان ہو کر) میں اپنے گھر ہی میں انتظام تو کر لیتا مگر تم تو جانتے ہو کہ میرا گھر چھوٹا ہے اور افراد خانہ زیادہ ہیں۔

سونے پہ سہاگہ یہ کہ ڈرائنگ روم کا نام و نشان ہی نہیں۔

وقار: اچھا اچھا! منہ نہ بناؤ، میں امی سے بات کروں گا، وہ یقیناً کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گی۔ شاید ہمارے لیے وہ کسی اور کمرے

میں انتظام کر دیں۔

صہیب: (خوش ہوتے ہوئے) یہ ٹھیک ہے، مجھے یقین ہے کہ خالہ کوئی نہ کوئی حل ضرور نکالیں گی۔

وقار: ان شاء اللہ۔۔۔ اچھا تو پھر میں چلتا ہوں اور آج ہی بات کر کے تمہیں بتاتا ہوں۔ اللہ حافظ!

صہیب: اللہ حافظ! (دونوں دوست اٹھتے ہیں اور اپنے اپنے گھر روانہ ہو جاتے ہیں۔)



۲) ماں اور بیٹی کے مابین کھانے پینے کے آداب پر مکالمہ
(ایک ماں گھر میں اپنی بیٹی کی کالج سے واپسی کا انتظار کر رہی ہے، بیٹی گھر آتی ہے۔)

بیٹی: السلام علیکم!

ماں: وعلیکم السلام، آگئی ہو بیٹی!

بیٹی: جی ماں جی! آتو گئی ہوں پر آج بھوک بہت لگی ہے، مجھے جلدی سے کھانا دے دیں۔

ماں: ہیں! وہ کیوں بھلا! آج اتنی بھوک کیوں لگ گئی میری بیٹی کو؟

بیٹی: ماں جی! آپ کو تو پتا ہے کہ صبح کالج سے دیر ہو رہی تھی اس لیے تیزی میں ناشتا تھوڑا سا کیا تھا اور چائے بھی بھاگم بھاگ میں پی تھی۔

ماں: (گھر کے کھلے باورچی خانے میں کھانا تیار کرنے لگتی ہے اور ساتھ ساتھ بیٹی سے باتیں کرتی ہے) بیٹی! اس کا مطلب ہے کہ تم نے کھانے پینے کے آداب کو نظر انداز کیا۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر وہ کام جو آداب سے عاری ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو سخت ناپسند ہے۔

بیٹی: (تھوڑی سی شرمندگی کے ساتھ) ماں جی! کیا غلط میں کھانا پینا اتنا ہی غلط کام ہے؟

ماں: ہاں بیٹی! ہمیں کھانے پینے میں کبھی جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ ناشتہ ہو یا کھانا، ہمیں ہاتھ دھو کر بڑے ادب کے ساتھ صاف ستھری جگہ پر بیٹھ کر تسلی کے ساتھ کھانا پینا چاہیے اور جتنی بھوک ہو اتنا ہی کھانا چاہیے۔

بیٹی: ٹھیک ہے ماں جی! مگر اتنا تو کر لیا کریں کہ میری پسند کے کھانے تیار کیا کریں، آپ کبھی گوبھی، کبھی کدو اور دال بنا لیتی ہیں۔ بندے کا برگر، پیزا اور بریانی وغیرہ کھانے کو بھی جی چاہتا ہے آخر!

ماں: ہاں ہاں بیٹی! تمہاری پسند کا بھی خیال ہوتا ہے مجھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم سبزی اور دال سے منہ موڑ لو۔ یاد رکھو یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اور ہمیں کفرانِ نعمت ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ تمہیں یہ بھی پتا ہونا چاہیے کہ کدو

رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ غذا تھی۔ (بخاری صحیح: ۵۳۷۹)

بیٹی: جی ماں جی! آپ کی باتیں سن کر مجھے احساس ہو رہا ہے کہ واقعی سب چیزیں اللہ کی نعمتیں ہیں۔

ماں: (خوش ہوتے ہوئے) شاباش! میری پیاری بیٹی، مجھے تم سے یہی امید تھی۔ چند باتیں یاد رکھو، تم اتنی بڑی ہو، تمہیں پتا بھی ہے کہ کھانا ہاتھوں کو اچھی طرح دھو کے کھاتے ہیں، کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئیں تو تو لیے سے صاف نہیں کرتے لیکن کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر تولیہ برتنے میں حرج نہیں۔ کھانا دائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں، اکیلے ہوں یا زیادہ لوگ ہمیشہ پلیٹ میں اپنی طرف سے کھاتے ہیں۔ کھانا بیٹھ کر کھاتے ہیں اور کھانے کے دوران میں زیادہ بولتے نہیں ہیں۔ سب سے اہم بات یہ کہ

اپنی بھوک کے مطابق کھاتے ہیں۔

بیٹی: ماں جی! کھانے کے اتنے زیادہ آداب ہیں کیا؟

ماں: اور کیا بیٹی، کون سا ایک ہی بار کھانا ہوتا ہے، یہ ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ ایک اور بات یاد رکھو کہ کھانا ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیے ورنہ یہ کھانے کی بے ادبی اور ناشکری ہوگی۔ اگر ہم اپنی بھوک کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھوک کا بھی احساس کریں تو یہ ضائع نہیں ہوتا بلکہ کسی اور کی بھوک مٹاتا ہے۔

بیٹی: ماں جی! تو بہت اچھی باتیں ہیں۔ یہ بھی بتادیں کہ پانی اور چائے وغیرہ پینے کے کیا آداب ہیں؟

ماں: پانی صاف ستھرے برتن میں بیٹھ کر پینا چاہیے، پیتے ہوئے کم از کم تین بار وقفہ کرنا چاہیے، پانی یا چائے وغیرہ تیزی تیزی سے پیئیں تو ہچکی بھی لگ سکتی ہے اور کپڑے بھی خراب ہو سکتے ہیں۔ پانی پینے کے بعد اونچی آواز میں ڈکار نہیں لینی چاہیے۔

بیٹی: (بڑے ادب کے ساتھ) ماں جی! میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ کھانے پینے کے تمام آداب کا خیال رکھوں گی۔

ماں: شاباش بیٹی! مجھے تم سے یہی امید تھی۔ چلو! اب یونیفارم بدلوا اور کھانا کھاؤ۔ تیار ہو گیا ہے تمہاری پسند کا کھانا۔

(بیٹی کپڑے بدلنے جاتی ہے اور ماں اتنی دیر میں دسترخوان بچھا دیتی ہے۔)



۳ استاد کے ساتھ دو شاگردوں کا متوازن غذا سے متعلق مکالمہ

(تفریح کے پیریڈ کے دوران میں صائمہ اور عاتکہ کی ملاقات ان کی ٹیچر سے اسٹاف روم میں ہوتی ہے جو اس وقت کمرے میں اکیلی بیٹھی ہوئی ہیں۔)

صائمہ اور عاتکہ: (اسٹاف روم میں جھانکتے ہوئے) ٹیچر السلام علیکم! کیا ہم اندر آ سکتی ہیں؟

ٹیچر: وعلیکم السلام، آ جاؤ بچو، کیا کوئی کام ہے مجھ سے؟

صائمہ اور عاتکہ: جی ٹیچر۔

ٹیچر: بھئی! کیا کام پڑ گیا میری شاگردوں کو مجھ سے، آؤ بیٹھو!

صائمہ اور عاتکہ: (جھجکتے ہوئے) ٹیچر کے قریب صوفے پر بیٹھ جاتی ہیں اور صائمہ بات کرتی ہے) ٹیچر آج جو آپ نے سبق پڑھایا بہت

اہم تھا لیکن کچھ باتیں سمجھنے والی ہیں آپ سے!

ٹیچر: کون سی باتیں؟ پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔

عاتکہ: ٹیچر! آپ نے متوازن غذا کا لفظ بولا تھا، غذا کے بارے میں تو ہم جانتے ہیں، متوازن غذا سے کیا مراد ہے؟

ٹیچر: بچو! متوازن غذا سے مراد ہماری کھانے پینے والی ایسی خوراک ہے جس میں اعلیٰ درجے کی غذائی صلاحیت موجود ہو۔

صائمہ اور عاتکہ: (یک زبان ہو کر) اعلیٰ درجے کی غذائی صلاحیت !!

ٹیچر: جی ہاں! اعلیٰ درجے کی غذائی صلاحیت سے مراد وہ غذا ہے جو اضافی کیلوریز سے پاک ہو اور ایسے طریقے سے تیار کی گئی ہو یا پکائی گئی ہو جس سے اس کے غذائی اجزاء محفوظ رہیں، وہ نظام ہضم کو یا جسم کے کسی دوسرے نظام کو خراب نہ کرے۔

صائمہ: براہ کرم! کچھ اور وضاحت کر دیں۔

ٹیچر: بچو! غذا میں اگر یہ خوبیاں، جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، نہ ہوں تو وہ ناکمل یا غیر متوازن غذا یا خوراک کہلائے گی۔ ایسی خوراک سے جسم میں درد کی شکایت، ہڈیوں کی کمزوری، منہ میں چھالے، بد ہضمی، تیزابیت، نظر کی کمزوری اور جلد پر داغ دھبے ابھرنا جیسے امراض لاحق ہو سکتے ہیں۔

صائمہ: ٹیچر یہ تو ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں، ہم تو بغیر سوچے سمجھے جو سامنے آئے کھا جاتے ہیں۔

ٹیچر: بچو! ہم کون سا جانور ہیں۔ ہمیں اللہ نے عقل و شعور دیا ہے۔ ہمیں اپنی صحت بہتر رکھنے کے لیے کھانے پینے والی اشیاء کے بارے میں ہمیشہ غور کرنا چاہیے۔ جس طرح کسی گاڑی کو اچھے پیٹرول کی ضرورت ہوتی ہے۔ چولہا جلانے کے لیے اچھے ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جسم کو تندرست و توانا رکھنے کے لیے اچھی اور متوازن غذا نہایت ضروری ہے۔

عاتکہ: ٹیچر آج آپ نے غذائی اجزاء کے بارے میں بھی کچھ بتایا تھا، براہ کرم! اس کی بھی وضاحت کر دیں۔

ٹیچر: متوازن غذا میں بنیادی طور پر چھ اجزاء کا شامل ہونا ضروری ہے۔ یعنی کاربوہائیڈریٹس، وٹامنز، پروٹین، نمکیات، چربی اور پانی۔ زندگی اور صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ان چیزوں کی جسم کو فراہمی نہایت ضروری ہے۔

صائمہ: ٹیچر! یہ اجزاء کس طرح کی غذاؤں میں پائے جاتے ہیں؟

ٹیچر: یہ اجزاء پھل، تازہ سبزیوں، گوشت، انڈے اور دودھ وغیرہ میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

صائمہ: ٹیچر آپ نے قدرتی غذا کے بارے میں بھی بتایا تھا، یہ کون سی غذا ہوتی ہے بھلا؟

ٹیچر: قدرتی غذا سے مراد ہے وہ چیزیں جو ہم پکا کر نہ کھائیں مثلاً کچی سبزیاں، تازہ پھل اور دودھ دہی وغیرہ قدرتی غذا میں شامل ہیں۔

عاتکہ: ٹیچر! ہمیں کھانے پینے کے متعلق کس چیز کی بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیے؟

ٹیچر: عاتکہ بیٹا! یہ تم نے بہت اچھا سوال کیا۔ یاد رکھیں صفائی ستھرائی متوازن غذا کا خاص حصہ ہے۔ اگر پھل، سبزی، گوشت وغیرہ اچھی طرح صاف کر کے نہ استعمال کیے جائیں تو بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔ بہت کم یا بہت زیادہ کھانا بھی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔

صائمہ: ٹیچر! کھانے کے بارے میں تو بہت سی معلومات مل گئیں، کچھ پینے کے بارے میں بھی بتادیں۔

ٹیچر: یہ بات بھی بہت اہم ہے۔ پانی ہماری غذا اور جسم کا اہم جزو ہے۔ زیادہ ٹھنڈا اور زیادہ گرم پانی دونوں صورتوں میں نقصان دہ ہے۔ ہمیں پانی صاف شفاف اور زیادہ پینا چاہیے۔ بازاری مشروبات سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔

عاتکہ: ٹیچر اگر اجازت دیں تو ایک سوال آپ کی ذات کے متعلق پوچھ لوں کہ آپ نے اپنے آپ کو اتنا چاق چو بند کیسے رکھا ہوا ہے؟

ٹیچر: (مسکراتے ہوئے) میں بازار کے کھانوں سے پرہیز کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ گھی یا تیل کا غیر مناسب استعمال، مریج مسالوں کی بہتات اور بے وقت کے کھانے نہیں کھاتی کیوں کہ یہ سب مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ اور ہاں اس کے بعد چہل قدمی ضرور کرتی ہوں۔

عاتکہ: ٹیچر آپ کا بہت بہت شکریہ، تفریح کا وقت ختم ہو رہا ہے، ہم اپنی جماعت میں جائیں؟

ٹیچر: ٹھیک ہے جاؤ اور ہاں مجھے آپ جیسے بچے اچھے لگتے ہیں۔

صائمہ اور عاتکہ: (ایک ساتھ) شکریہ ٹیچر اللہ حافظ!



۲ ایک کسان کا صنعت کار سے مکالمہ

(ایک کسان کی چینی بنانے والے کارخانے میں صنعت کار سے ملاقات ہوتی ہے۔)

کسان: (جھجکتے ہوئے صنعت کار کے کمرے میں داخل ہوتا ہے) السلام علیکم!

صنعت کار: (کارخانے کا مالک) وعلیکم السلام، آؤ بیٹھو! بتاؤ کیسے آنا ہوا؟

کسان: جناب گئے کا ٹرک لایا ہوں۔

صنعت کار: کتنے ٹرک لائے ہو؟

کسان: جناب! ایک ٹرک ہے۔

صنعت کار: صرف ایک ہی ٹرک؟

کسان: جناب آپ تو مذاق کر رہے ہیں، جب کہ آپ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں چھوٹا کاشت کار ہوں۔ تھوڑی سی زمین سے اتنی ہی فصل اگائی جاسکتی ہے۔

صنعت کار: اچھا! کتنی زیر کاشت زمین ہے تمہارے پاس؟

کسان: جناب صرف چار ایکڑ ہیں۔

صنعت کار: پھر تو کم از کم چار ٹرک آنے چاہئیں تھے۔

کسان: جناب کیا بات کرتے ہیں، آپ نے ٹرک کا سائز دیکھا ہے کیا؟

صنعت کار: (مسکراتے ہوئے) چلو دوڑک تو بھر لیتے۔

کسان: آپ اس کرسی پر بیٹھ کر کہہ سکتے ہیں۔ آپ کو کیا خبر ہمارے مسائل کیا ہیں۔ ہماری زمینیں اس قابل کہاں کہ اتنی پیداوار دیں۔ نہر ہے نہیں، بارشیں وقت پر ہوتی نہیں اور کھاد میسر نہیں۔ ہم غریب آخر کر کیا سکتے ہیں؟
صنعت کار: اتنی غریبی اور مجبوری بھی نہ دکھاؤ، حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں نے محنت کرنا چھوڑ دی ہے۔

کسان: (تھوڑا سا غصہ کھاتے ہوئے) جناب! جتنی محنت ہم کرتے ہیں آپ تو سوچ بھی نہیں سکتے۔ باتیں کرنے میں اور محنت کرنے میں بہت فرق ہے۔ آپ تو وہ ہیں جو صرف ہم جیسوں کا مذاق ہی اڑا سکتے ہیں، تعاون نہیں کر سکتے۔

صنعت کار: تعاون کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

کسان: جناب آپ کے کارخانے کے باہر چار چار دن قطاروں میں کھڑے ہونا پڑتا ہے، پھر کہیں جا کر ہماری باری آتی ہے اور یہ کبھی سوچا ہے آپ نے کہ گنے کا بھاؤ کیا ہونا چاہیے؟ ہمیں دیتے کیا ہیں آپ؟ فصل کاشت کرنے کی محنت، اس کی لمحہ لمحہ حفاظت، اس کی کٹائی اور سب سے بڑھ کر اسے ٹرک پر لادنا، کارخانے تک لانا، اپنی باری کا انتظار کرنا۔ کیا یہ باتیں کبھی آپ کے ذہن میں آتی ہیں؟

صنعت کار: اوہو! تم تو غصہ ہی کر گئے۔ تم نے تو مجھے ظالم ہی سمجھ لیا۔ میرا مطلب تمہارا دل دکھانا یا تنگ کرنا نہیں تھا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تم لوگ زیادہ سے زیادہ اناج پیدا کرو تا کہ تمہارے گھروں میں خوش حالی آئے۔ جہاں تک گنے کی قیمت کی بات ہے تو وہ حکومت طے کرتی ہے۔ میں نے تو آپ لوگوں سے ہمیشہ تعاون کیا ہے۔ کبھی گنا تو لے کر شکایت نہیں ہونے دی اور نہ ہی رقم ادا کرنے میں دیر کی۔ لوگ تو کئی کئی مہینوں بعد رقم کی ادائیگی کرتے ہیں جب کہ میں نے اسے تمہارے لیے نقداً اور فصل بنا دیا ہے۔

کسان: (دھیمے لہجے سے) جی جی معاف کیجیے گا صاحب، میں بلاوجہ جذباتی ہو گیا تھا۔ آپ نے تو واقعی ہم غریب کسانوں کا خیال رکھا ہے۔

صنعت کار: (صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کوئی بات نہیں، بیٹھ جاؤ! کوئی ٹھنڈا یا گرم پینے کی طلب ہے تو بلا جھجک بتاؤ، منگوا دیتا ہوں۔

کسان: (خوش ہو کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے) شکریہ سرکار! اللہ آپ کا بھلا کرے۔

صنعت کار: (ایک ملازم شریف حسین کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا کہ چودھری صاحب کے ساتھ جا کر گنا اترواؤ اور کیشینر سے کہو کہ ان کا حساب کر دے (جائیں شریف حسین کے ساتھ، یہ آپ کے ساتھ جا کر گنا اترواتا ہے اور آپ کی رقم دلواتا ہے۔

کسان: (صوفے سے اٹھتے ہوئے) شکریہ جناب!

صنعت کار: اور ہاں کوئی اور بھی مسئلہ ہے تو بتا دو۔

(کسان تشکر آمیز نظروں سے صنعت کار کی طرف پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے، سینے پہ ہاتھ رکھ کے تھوڑا سا جھکتا ہے اور مسکراتے ہوئے ملازم کے ساتھ کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔)



۵ باپ کا بیٹے کے داخلے کے لیے پرنسپل سے مکالمہ

(بیٹے کے سالِ اوّل میں داخلے کے لیے ایک والد پرنسپل کے دفتر میں آتا ہے۔)

باپ: (دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے) السلام علیکم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں جناب؟

پرنسپل: علیکم السلام! آئیے تشریف لائیے! فرمائیں کیسے آنا ہوا؟

باپ: جناب میں اپنے بیٹے کے سالِ اوّل میں داخلے کے لیے آیا ہوں۔

پرنسپل: کس شعبے میں داخلہ لینا ہے آپ کے بیٹے نے؟

باپ: جناب! ہم اسے ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں۔

پرنسپل: بہت خوب! کتنے نمبر لیے ہیں صاحب زادے نے؟

باپ: (توقف سے) میرا خیال ہے سات سو کے قریب قریب ہیں۔

پرنسپل: خیال ہے کا کیا مطلب؟ پورے نمبر بتائیں۔

باپ: جناب! میں اتنا پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ (رزلٹ کارڈ پیش کرتے ہوئے) مہربانی کر کے یہ سرٹیفیکیٹ خود ہی دیکھ لیجیے۔

پرنسپل: (رزلٹ کارڈ دیکھتے ہوئے) آپ کے بیٹے کے سات سو پندرہ نمبر ہیں۔ ہمارے کالج کے میرٹ سے کم ہیں، مشکل ہی ہے کہ اسے پری میڈیکل میں داخلہ مل سکے۔

باپ: مزدور کا بچہ ہے عالی جناب! پڑھتا بھی رہا ہے اور کام پہ میرا ہاتھ بھی بٹاتا رہا ہے۔ گھر میں اسے پڑھانے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ خود ہی محنت کی ہے اس نے۔ آپ داخلہ دے دیں گے تو بہتر ہو جائے گا۔

پرنسپل: وہ تو آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن ہمارے کالج میں داخلے میرٹ پر ہوتے ہیں۔

باپ: عالی جاہ! کرونا کے دنوں میں سکول بند رہے ہیں۔ یہ بھی وجہ بنی ہے اس کے نمبر کم آنے کی۔ اب یہ موذی وبا کم ہوئی ہے تو روزانہ پڑھنے آئے گا اور اچھے نمبر لے کر دکھائے گا آپ کو!

پرنسپل: آپ اسے ڈاکٹر ہی کیوں بنانا چاہتے ہیں؟ اسے کامرس یا آرٹس کے شعبے میں داخل کروادیں کسی بینک میں اچھی نوکری مل جائے گی، وکیل بن جائے گا، جج بنے گا یا اور بیسیوں نوکریاں مل سکیں گی اس کو۔

باپ: (چہرے پر پریشانی کے آثار) بات تو ٹھیک ہے صاحب جی آپ کی لیکن میری اور اس کی ماں کی ساری عمر خواہش رہی ہے کہ وہ ڈاکٹر بنے۔ میں نے بہت محنت کر کے اسے پڑھایا ہے، حالاں کہ ہمارے حالات اچھے نہیں تھے۔ میں نے تنگیاں کاٹ لیں لیکن اسے سکول سے نہ اٹھایا۔ میرے بیٹے کا بھی دل ٹوٹ جائے گا اگر وہ ڈاکٹر نہ بناتو۔

پرنسپل: آپ کا اتنا ہی اصرار ہے تو دیکھ لیتے ہیں۔ آپ دوسری یا تیسری میرٹ لسٹ کا انتظار کریں، ہو سکتا ہے کہ اس کا نام کسی لسٹ میں آجائے۔

باپ: اللہ آپ کا بھلا کرے!

پرنسپل: کیا کالج کے اخراجات برداشت کر پائیں گے آپ؟ میرا کہنے کا مطلب ہے اس کی فیس، یونیفارم، جیب خرچ، سٹیشنری کا خرچ، کتابوں، کاپیوں کا خرچ اور اس کے یہاں آنے جانے کا خرچ، کیسے اٹھائیں گے اتنا سارا بوجھ؟

باپ: (روہانسا ہو کر) داخلہ تول جائے، اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب بنادے گا خرچے کا۔ اس کی ماں کی بالیاں ہیں، بیچ ڈالوں گا۔

پرنسپل: (سنجیدہ ہو کر) نہیں نہیں، اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ آپ کے بیٹے کا داخلہ ہو گیا تو میرے پاس آئیے گا۔ اس کی فیس بھی معاف ہو جائے گی اور کالج کے بہبود فنڈ سے آپ کی مالی مدد بھی ہو جائے گی۔

باپ: (چہرہ خوشی سے کھل اٹھتا ہے) اللہ آپ کا اقبال بلند کرے، آپ کے بچے جنیں۔

پرنسپل: شکریہ، اب آپ جائیں۔ بیٹے کا داخلہ ہو گیا تو اسے میرے پاس بھیج دینا، میں اسے سمجھا دوں گا کہ کیا کرنا ہے۔

(بچے کا والد خوشی خوشی دفتر سے باہر چلا جاتا ہے۔)



۱) الیکشن کے امیدوار اور ووٹر کے درمیان مکالمہ

(الیکشن میں حصہ لینے والا ایک سابق ممبر صوبائی اسمبلی نئے الیکشن کے لیے ووٹ مانگنے کسی کے گھر جاتا ہے جہاں اس کی ملاقات ایک ووٹر سے ہوتی ہے۔)

امیدوار: (ووٹر کے دروازے سے ظاہر ہونے پر پُر جوش ہوتے ہوئے) السلام علیکم جناب!

ووٹر: علیکم السلام، جی فرمائیے کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی؟

امیدوار: شاید آپ نے پہچانا نہیں مجھے۔ میں آپ کے حلقے کا سابق ایم پی اے ہوں۔

ووٹر: اچھا اچھا! یاد آگئی ہماری!

امیدوار: یاد کی کیا بات ہے، آپ تو ہمارے دل میں بستے ہیں جناب!

ووٹر: (طنز یہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے) محلے میں بستے ہوئے تو کبھی پوچھا نہیں، یہ ہم دل میں کب سے بسنے لگے؟



- امیدوار: (کھسانی ہنسی کے ساتھ) ہم تو ہمیشہ سے جناب کے خدمت گار ہیں۔
- ووٹر: لگے ہاتھوں کسی ایک خدمت کا بھی بتا دیجیے جو آپ نے ہمارے لیے کی ہو۔
- امیدوار: (پریشان ہو کر) آپ کا مطلب ہے کہ میں نے پچھلے پانچ سالوں میں اس محلے کا کوئی کام نہیں کیا؟
- ووٹر: کیا ہوگا لیکن میرے علم میں تو کبھی نہیں آیا۔
- امیدوار: (جیب سے ایک فہرست نکالتے ہوئے) یہ دیکھیے ثبوت، ایک لمبی فہرست ہے خدمات کی جو میں نے اپنے حلقے کی فلاح و بہبود کے لیے انجام دیں۔
- ووٹر: (قدرے حیرت سے) ذرا مجھے بھی دکھائیے۔
- امیدوار: دیکھنا کیا ہے؟ میں پڑھ دیتا ہوں۔ پچاس سٹریٹ لائٹس، چھ سڑکوں کی مرمت، پارکوں کی صفائی، صاف پانی کی فراہمی، نکاسی آب کا انتظام، کیا کچھ نہیں کروایا میں نے؟
- ووٹر: جناب! ہماری گلی میں تو آج تک کوئی کام نہیں ہوا۔ جگہ جگہ ٹڑھے نظر آتے ہیں، کہاں ہے نکاسی آب کا انتظام؟ ذرا ہم بھی تو دیکھیں۔
- امیدوار: فنڈز آلینے دیں، یہ گلی بھی ٹھیک ہو جائے گی۔
- ووٹر: فنڈز تو آپ کو تب ہی ملیں گے جب آپ آئندہ الیکشن جیتیں گے۔
- امیدوار: کیا مطلب! آپ مجھے ووٹ نہیں دینا چاہتے؟
- ووٹر: (مسکراتے ہوئے) نہیں جناب! کھری بات کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ میں آپ کا مخالف ہوں۔ حق سچ کی بات سامنے کر دینی چاہیے۔ اجتماعی مفادات کی بات کرنا ہم سب کا فرض بنتا ہے۔
- امیدوار: حق سچ کی بات تو یہ بھی ہے کہ میرا مخالف امیدوار اہلیت ہی نہیں رکھتا کہ اسے میرے حلقے سے ایک بھی ووٹ دیا جائے۔ نہ وہ یہاں کا مستقل رہائشی اور نہ ہی اس کا شان دار ماضی۔
- ووٹر: (بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے) آپ کہہ سکتے ہیں۔ وہ آپ کا سیاسی مخالف جو ہوا لیکن میرے خیال میں سیاسی مخالف ہونا اتنا بھی برا نہیں ہے۔ جو سیاست دان اپنے حلقے سے لے کر قومی سطح تک بہتر کارکردگی دکھائے گا، عزت پائے گا۔ ویسے میں اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا ووٹ نظریاتی ہے۔
- امیدوار: (ذرا سا چونک کر) نظریاتی سے آپ کی کیا مراد ہے؟
- ووٹر: میں صرف شخصیت کو نہیں دیکھتا بلکہ غور کرتا ہوں کہ امیدوار کا تعلق کس پارٹی سے ہے اور اس کا منشور کیا ہے۔ کیا پارٹی نے جو امیدوار الیکشن کے لیے متعارف کرایا ہے، وہ اس قابل ہے کہ پارٹی کے منشور کے مطابق کام کر سکے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ منتخب ہونے کے بعد نہ تو وہ اپنے حلقے پر توجہ دے اور نہ ہی پارٹی کے منشور پر۔
- امیدوار: پھر تو یقیناً آپ ہماری پارٹی کے منشور سے آگاہ ہوں گے۔ ہم نے ماضی میں بھی ملک و قوم کی خدمت کی ہے اور آئندہ بھی

کریں گے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میری اپنی پارٹی کے ساتھ وابستگی آج کی نہیں ہے بلکہ تیس برسوں سے ہے۔ میں پارٹی کے ساتھ نہیں پارٹی کے نظریے کے ساتھ کھڑا ہوں۔

ووٹر: ہاں میں آپ کی پارٹی سے آگاہ ہوں اور اس کی کارکردگی بھی جانتا ہوں۔ کسی حد تک قوم سے کیے گئے وعدے نبھائے گئے ہیں۔ امیدوار: چلیں اسی بات کے بہانے آپ سے درخواست ہے کہ ووٹ ہماری پارٹی کو ہی دیجیے گا۔ ہم سے ماضی میں جو کمی یا کوتاہی ہوئی ہے ان شاء اللہ ہم آئندہ اس کا ازالہ کریں گے۔

ووٹر: (اثبات میں سر ہلاتے ہوئے) ان شاء اللہ ووٹ تو آپ ہی کی پارٹی کا ہوگا لیکن مخلصانہ مشورہ ہے کہ منتخب ہونے کے بعد حلقے کے عوام سے رابطہ ضرور رکھا کریں تاکہ جب بھی الیکشن آئے، میرے جیسے لوگوں سے ووٹ مانگتے ہوئے کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔

امیدوار: (الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے) شکریہ جناب! ہمیں ایسے قیمتی ووٹوں کی ضرورت ہے، پورے خلوص سے کوشش ہوگی کہ آئندہ آپ کو کسی قسم کا شکوہ شکایت نہ ہو۔

ووٹر: امید ہے ایسا ہی ہوگا۔

امیدوار: اللہ حافظ!

ووٹر: اللہ حافظ!

(امیدوار کے کار میں روانہ ہونے تک ووٹر مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ دروازے پہ کھڑا رہتا ہے۔)



● دو سہیلیوں کے درمیان کمپیوٹر، انٹرنیٹ کے مثبت اور منفی استعمال پر مکالمہ

(سال دوم کی طالبہ رضیہ کمپیوٹر سائنس کے ایک سبق کی رہنمائی لینے کے لیے اپنی سہیلی حلیمہ کے گھر

آئی جسے کمپیوٹر کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہیں۔)

رضیہ: السلام علیکم!

حلیمہ: وعلیکم السلام، رضیہ کیسی ہو؟

رضیہ: میں ٹھیک ہوں۔ حلیمہ! مجھے کمپیوٹر سائنس کے موضوع کے بارے میں کچھ مدد چاہیے تھی۔

حلیمہ: (مسکراتے ہوئے) بیٹھ جاؤ! وہ بھی دیکھ لیتے ہیں، چائے وائے کا کیا موڈ ہے؟

رضیہ: نیکی اور پوچھ پوچھ۔

حلیمہ: (اٹھ کر کچن میں جاتی ہے پانچ چھ منٹ بعد چائے لے کر آتی ہے) لو چائے لو اور یہ بتاؤ کس موضوع نے تمہیں اتنا

پریشان کر دیا ہے؟

رضیہ: (ہنستے ہوئے) میری پریشانی تو تمہاری چائے نے دور کر دی ہے۔ رہی بات سبق کی، تم مل گئی ہو تو یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

حلیہ: مسئلہ تو بتاؤ؟

رضیہ: ٹیچر نے آج ہمیں پاور پوائنٹ کے بارے بتایا، سر کے اوپر ہی سے گزر گئیں ان کی ساری باتیں۔

حلیہ: بس اتنی سی بات نے تمہیں پریشان کر دیا۔ تم دیکھنا میں تمہیں کمپیوٹر پر پاور پوائنٹ کا طریق کار بھی سکھاتی ہوں اور ایک

Presentation بھی تیار کر کے دکھاتی ہوں۔

رضیہ: Presentation رہنے دو۔ مجھے صرف پاور پوائنٹ کی خاص خاص باتیں بتا دو۔

حلیہ: (کتاب کو سامنے رکھتے ہوئے متعلقہ سبق پڑھتی جاتی ہے اور کمپیوٹر پر ساتھ ساتھ سمجھاتی جاتی ہے۔ رضیہ سیکھنے میں گہری دل

چسپی ظاہر کر رہی ہے) بتاؤ جی! اب پاور پوائنٹ کی سمجھ آئی یا نہیں؟

رضیہ: واقعی تم تو کمپیوٹر کی استاد بن چکی ہو۔ اب تو میں بڑی آسانی سے اس کا عملی مظاہرہ بھی کر سکتی ہوں لیکن اس کا فائدہ کیا ہے؟

حلیہ: دیکھو رضیہ! یہ موجودہ سائنسی دور کی بہترین ایجاد ہے۔ پڑھنے لکھنے میں اور عملی زندگی میں اس کے بہت سے فائدے ہیں۔

ان پیج، ورڈ، ایکسل یا پاور پوائنٹ ہوں، ضرورت کے مطابق ان کا استعمال انتہائی مفید ہے۔

رضیہ: کیا انٹرنیٹ بھی ہمارے لیے سودمند ہے؟

حلیہ: کیوں نہیں! انٹرنیٹ نے تو دنیا کو گلوبل ویلج میں تبدیل کر دیا ہے۔

رضیہ: یہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کا درس و تدریس میں کیا فائدہ ہے؟

حلیہ: یہ جو تم اتنا سفر کر کے ایک سبق کی راہ نمائی لینے کے لیے میرے پاس آئی ہو، انٹرنیٹ کے ذریعے سے گھر بیٹھ کر بھی سمجھ سکتی

ہو۔ یہ ایک سبق کیا، کسی بھی موضوع پر راہ نمائی درکار ہو تو اس سے بہتر ذریعہ کوئی نہیں ہے۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے ہماری

زندگی کو انتہائی آسان بنا دیا ہے۔

رضیہ: لیکن اس کے نقصانات بھی تو ہیں۔

حلیہ: نقصانات کے ذمے دار ہم خود ہیں، اس کی ایجاد میں کوئی قصور نہیں ہے۔ انگریزی کا ایک مشہور مقولہ ہے ناں:

”Excess of everything is bad.“ یعنی ہر چیز کی زیادتی نقصان دہ ہے۔

ہم اندھا دھند کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا استعمال کریں گے تو یقیناً اس سے بھی نقصان ہوگا اس لیے ہمیں اعتدال سے کام لینا چاہیے۔

رضیہ: آج تو تم مجھے دوست کم اور استاد زیادہ نظر آتی ہو۔ سچ کہہ رہی ہوں ناں؟

حلیہ: (ہنستے ہوئے) ایسی بھی کوئی بات نہیں، ہم بے تکلف دوست ہیں اس لیے میں نے تمہارے ساتھ کھل کر گفت گو کی ہے۔

رضیہ: میں تمھاری شکرگزار ہوں۔ اب میں اجازت چاہتی ہوں، دیر ہو رہی ہے، باہر میرا کشا بھی آ گیا ہے۔ اللہ حافظ!

حلیہ: اللہ حافظ!

(حلیہ اپنی دوست کو رخصت کرتی ہے اور وہ رکشے میں بیٹھ کر روانہ ہو جاتی ہے۔)



۸ دودوستوں کے درمیان سگریٹ نوشی کے مضر اثرات پر مکالمہ

(دانیال اور دانش چھٹی کے بعد کالج سے ملحق پارک میں بیٹھے ہیں اور کسی موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں، ان کا ہم جماعت یاسر سگریٹ

کی ڈبیہ سے سگریٹ نکالتا ہوا ان کے پاس آتا ہے۔)

دانیال: (بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے) یاسر بھائی! ادب سے گزارش ہے کہ سگریٹ مت سلگائیں، مجھے اس کے دھوئیں سے سخت الجھن ہوتی ہے۔

یاسر: (لا پرواہی سے) میں جانتا ہوں کہ آپ بہت نازک مزاج ہیں۔ واقعی آپ جیسے لوگوں کو دھوئیں سے سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے مگر میں مجبور ہوں، میں اس کافر کے بغیر رہ نہیں سکتا۔

دانیال: بھائی! آپ اس بات کو کب سمجھو گے کہ یہ آپ کی صحت کے لیے کس قدر نقصان دہ ہے۔ (یاسر بغیر جواب دیے سگریٹ نوشی کے لیے پارک کی دوسری جانب چلا جاتا ہے۔)

دانش: چھوڑو دانیال! یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔

دانیال: ہاں! لیکن سگریٹ نوشی انسان کی صحت کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔

دانش: بالکل ایسے ہی ہے۔ سگریٹ میں موجود نیکوٹین وقتی طور پر تو دماغ کو سکون بخشتی ہے لیکن جسم کو بھرپور نقصان پہنچاتی ہے اور نیکوٹین ہی ہے جو سگریٹ کے نشے اور عادت کا باعث بنتی ہے۔

دانیال: سگریٹ کی لت بہت سی بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔

دانش: یہ بھی تم نے ٹھیک کہا، سگریٹ نوشی جسم میں سب سے زیادہ پھیپھڑوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور کینسر کا باعث بنتی ہے۔

دانیال: بالکل! اس کے علاوہ آنکھوں کا پیلا پڑنے اور رنگت میں فرق آنے کا بھی باعث ہے۔

دانش: (کچھ سوچ کر) دانیال! تم نے غور کیا کہ سگریٹ نوشی کا رجحان آج کل کے نوجوانوں میں تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

دانیال: (اثبات میں سر ہلاتے ہوئے) افسوس! کہ یاسر جیسے کئی نوجوان سگریٹ نوشی کی زد میں آ جاتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی صحت کی بربادی کا سبب خود بنتے ہیں۔

دانش: بالکل بھائی! یہ کہاں کی دانائی ہے کہ رقم بھی ضائع کرو اور صحت و تندرستی بھی۔

دانیال: (کچھ توقف سے) مجھے یاد ہے کہ ہمارے کالج کی ایک تقریب میں پرنسپل صاحب نے کہا تھا کہ جلتے ہوئے سگریٹ کے ایک سرے پر آگ کا دھواں اور دوسرے سرے پر ایک احمق کش پہ کش لگا رہا ہوتا ہے۔ عقل مند اور مہذب شخص اپنی صحت و تندرستی کا خیال خود ہی رکھتا ہے۔ اگر ہم سگریٹ اور اس جیسے تمام نشوں سے دور رہیں گے، تبھی ہم ایک صحت مند معاشرے کی بنیاد رکھ سکیں گے۔

دانش: ہماری حکومت کو چاہیے کہ سگریٹ نوشی کی روک تھام کے لیے موثر اقدامات کرے تاکہ ہمارا معاشرہ اس بیہودہ ملت سے عوام الناس بالخصوص نوجوانوں کو محفوظ رکھ سکے۔

دانیال: میرے خیال میں تو حکومت کو سگریٹ کی قیمت اتنی بڑھا دینی چاہیے کہ یہ عام لوگوں کی دسترس میں نہ ہو۔ اس سے سگریٹ نوشی کے رجحان کو کم کیا جاسکتا ہے۔

دانش: جی ہاں! حکومتی پالیسی سخت سے سخت تر ہونی چاہیے مگر پھر بھی اپنی صحت اور زندگی کا احساس جب تک ہمیں خود نہیں ہوتا، اس وقت تک کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔

دانیال: ایسے لوگوں کو اللہ ہی ہدایت دے جو اپنا ہی جسم سگریٹ اور نشیات سے تباہ کرتے ہیں۔

دانش: میں اصل بات تو بتانا ہی بھول گیا۔ کل لاواکلب کے ساتھ کرکٹ کا میچ ہوگا۔ تم نے ضرور آنا ہے تاکہ یہ میچ بھی ہم اپنے نام کر سکیں۔

دانیال: ضرور، ضرور۔ ان شاء اللہ کھیلیں گے۔

دانش: اللہ حافظ!

دانیال: اللہ حافظ!

چند مجوزہ مکالمہ جات

- دو دوستوں کے درمیان ڈینگی بخار سے حفاظت کے موضوع پر مکالمہ تحریر کریں۔
- دو دوستوں کے درمیان موبائل فون کے فوائد اور نقصانات پر مکالمہ لکھیں۔
- دو دوستوں کے درمیان برداشت اور صبر و تحمل کے موضوع پر مکالمہ تحریر کریں۔
- استاد اور شاگرد کے درمیان وقت کی پابندی کے موضوع پر مفصل مکالمہ تحریر کریں۔
- ڈاکٹر اور مریض کے درمیان کرونا وبا سے بچاؤ کے حوالے سے قدرے مفصل مکالمہ تحریر کریں۔
- دو دوستوں کے درمیان اردو زبان کی اہمیت کے موضوع پر مکالمہ تحریر کریں۔
- استاد اور شاگرد کے درمیان ”ٹی۔وی کے فوائد“ پر مکالمہ تحریر کریں۔
- طالب علم اور سٹیشنری فروش کے درمیان سٹیشنری کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے بارے میں مکالمہ لکھیں۔
- وقت کی پابندی کے موضوع پر بہن اور بھائی کے درمیان مکالمہ تحریر کریں۔